مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

انسانیتِ عظمیٰ

ہجرت کی تیسری صدی قریب الاختتام ہے...... بغداد کے تختِ خلافت پر المعتضد باللہ عباسی متمکن ہے...... معتصم کے زمانے سے دارالخلافہ کا شاہی اور فوجی مستقر سامرہ میں منتقل ہو گیا ہے......پھر بھی سرزمینِ بابل کے اس نئے بابل میں پندرہ لاکھ انسان بستے ہیں۔ ایران کے اصطخر، مصر کے ریسس اور یورپ کے روم کی جگہ اب دنیا کا تمدّنی مرکز بغداد ہے۔

دنیا کی اس ترقی یافتہ مخلوق کا جسے ''انسان'' کہتے ہیں۔ کچھ عجیب حال ہے۔ یہ جتنا کم ہوتا ہے اتنا ہی نیک اور خوش ہوتا ہے اور جتنا زیادہ بڑھتا ہے، اتنی ہی نیکی اور خوشی اس سے دور ہونے لگتی ہے۔ یہ جب چھوٹی چھوٹی بستیوں میں گھانس پھونس کے چھپر ڈال کر رہتا ہے۔ تو کیسا نیک، کیسا خوش اور کس درجہ حلیم ہوتا ہے; محنت اور رحمت اس میں اپنا آشیانہ بناتی ہے۔ لیکن جونہی یہ جھونپڑیوں سے باہر نکلتا ہے اسکی بڑی بڑی بھیڑیں ایک خاص رقبہ میں اکٹھی ہو جاتی ہیں تو اس کی حالت میں کیسا عجیب انقلاب ہو جاتا ہے، ایک طرف تجارت بازاروں میں آتی ہے۔ صنعت وحرفت کارخانے کھولتی ہے۔ دولت سربفلک عمارتیں بناتی ہے۔ حکومت وامارت شان وشکوہ کے سامان آراستہ کرتی ہے۔ لیکن دوسری طرف نیکی رخصت ہو جاتی ہے۔ محبت اور فیاضی کا سراغ نہیں ملتا اور امن وراحت کی انسانی مصیبتوں اور شقاوتوں کا ایک لازوال دور شروع ہو جاتا ہے۔ وہی انسان کی بستی جو پہلے نیکی اور محبت کی دنیا اور راحت وبرکت کی بہشت تھی اب افلاس ومصیبت کا مقتل اور جرموں کا دوزخ بن جاتی ہے۔ وہی انسان جو جھونپڑیوں کے اندر محبت وفیاضی کی گرمجوشی تھا اب شہر کے سربفلک محلوں کے اندر بے مہری وخودغرضی کا پتھر ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے عالیشان مکانوں میں عیش ونعمت کے دسترخوانوں پر بیٹھتا ہے تو اس کے کتنے ہی ہم جنس سڑکوں پر ایڑیاں رگڑتے ہیں۔ جب وہ عیش وراحت کے ایوانوں میں حُسن وجمال کی محفلیں آراستہ کرتا ہے تو اس کے ہمسایہ میں یتیموں کے آنسو نہیں تھمتے اور کتنی ہی بیوائیں ہیں، جن کے بدنصیب سروں پر چادر کا ایک تار بھی نہیں ہوتا۔ زندگی کی قدرتی یکسانی کی جگہ اب زندگی کی مصنوعی مگر بے رحم تفاوتیں ہر گوشے میں نمایاں ہو جاتی ہیں۔

پھر جب انسانی بے مہری اور خودغرضی کے لازمی نتائج ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ کمزوری، افلاس اور بے نوائی سے مجبور ہو کر بدبخت انسان جرم کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو اچانک دنیا کی زبانوں کا سب سے زیادہ بے معنی لفظ وجود میں آتا

ہے۔ یہ قانون‘ اور ’’انصاف‘‘ ہے۔ اب بڑی شاندار عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں اور ان کے دروازہ پر لکھا جاتا ہے۔ ’’انصاف کا گھر‘‘ ......انصاف کے اس ’’مقدس گھر‘‘ میں کیا ہوتا ہے: یہ ہوتا ہے کہ وہی انسان جس نے اپنی بے رحمی و تغافل سے مفلس کو چوری اور نیک انسانوں کو بداطوار بن جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ قانون کا پرہیبت جُبّہ پہن کر آتا ہے اور فرشتوں کا سا معصوم اور راہبوں کا سا سنجیدہ چہرہ بنا کر حکم دیتا ہے مجرم کو سزا دی جائے۔

کیوں......!

اس لیے کہ اس نے چوری کی ہے۔

اس بدبخت نے چوری کیوں کی......؟

اس لیے کہ وہ انسان ہے اور انسان بھوک کا عذاب برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ وہ شوہر ہے اور شوہر اپنی بیوی کو بھوک سے ایڑیاں رگڑتے دیکھ نہیں سکتا۔ اس لیے کہ وہ باپ ہے اور باپ کی طاقت سے باہر ہے کہ اپنے بچوں کے ان آنسوؤں کا نظارہ کر سکے جو بھوک کی اذیت سے ان کے معصوم چہروں پر بہ رہے ہوں۔

پھر اگر بدقسمت انسان قید خانہ اور تازیانے کی سزائیں جھیل کر بھی اس قابل نہیں ہوجاتا کہ بغیر غذا کے زندہ رہ سکے تو ’’مقدس انصاف‘‘ اصلاح اور انسانیت کا آخری قدم اٹھاتا ہے اور کہتا ہے اسے سولی کے تختے پر لٹکا دو! یہ گویا انسان کے پاس اس کے ابناءِ جنس کی مصیبتوں کا آخری علاج ہے۔

یہ ہے انسان کی شہری اور متمدّن زندگی کا اخلاق! وہ خود ہی انسان کو برائی پر مجبور کرتا ہے اور خود ہی سزا بھی دیتا ہے۔ پھر ظلم اور بے رحمی کے اس تسلسل کو ’’انصاف‘‘ کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔ اس ’’انصاف‘‘ کے نام سے‘ جو دنیا کی سب سے زیادہ مشہور مگر سب سے زیادہ غیر موجود حقیقت ہے۔

انسان کی بے مہریوں کی طرح اس کی دلچسپیوں کا بھی کیسا عجیب حال ہے۔ وہ عجیب عجیب اور غیر معمولی باتیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ لیکن اس کی پروا نہیں کرتا کہ اس کی دلچسپی کا یہ تماشا کیسی کیسی مصیبتوں اور شقاوتوں کی پیدائش کے بعد ظہور میں آ سکا؟ اگر ایک چور دلیری کے ساتھ چوری کرتا ہے تو یہ اس کے لیے بڑی ہی دلچسپی کا واقعہ ہے۔ وہ اس کی صورت دیکھنے کے لیے بے قرار ہو جاتا ہے۔ وہ گھنٹوں اس پر رائے زنی کرتا ہے اور وہ تمام اخبار خرید لیتا ہے جن میں اس کی تصویر چھپی ہو یا اس کا تذکرہ کیا گیا ہو۔ لیکن اس واقعہ میں چور کے لیے کیسی شقاوت ہے اور جس مسکین کا مال چوری ہو گیا ہے‘ اس کے لیے کیسی مصیبت ہے؟ اس کے سوچنے کی وہ کبھی زحمت گوارا نہیں کرتا!

اگر ایک مکان میں آگ لگ جائے تو انسان کے لیے یہ بڑا ہی دلچسپ نظارہ ہوتا ہے۔ سارا شہر امنڈ آتا ہے۔ جس کسی کو دیکھو بے تحاشا دوڑا جاتا ہے۔ لوگ اس نظارہ کے شوق میں اپنا کھانا پینا تک بھول جاتے ہیں۔ اگر چند زندہ

انسانوں کے جھلسے ہوئے چہرے آگ کے شعلوں کے اندر نمودار ہوجائیں اوران کی چیخیں اتنی بلند ہوں کہ دیکھنے والوں کے کانوں تک پہنچ سکیں، تو پھراس نظارہ کی دلچسپی انتہائی حدتک پہنچ جاتی ہے۔تماشائی جوشِ نظارہ میں مجنوں ہوکرایک دوسرے پرگرنے لگتے ہیں لیکن انسانی دلچسپی کے اس جہنمی منظر میں اس مکان اوراس کے مکینوں کے لیے کیسی ہلاکت اور تباہی ہے!اور جان و مال کی کیسی المناک بربادیوں کے بعدآگ اورموت کی یہ ہولناک دلچسپی وجود میں آسکی ہے؟اس بات کے سوچنے کی نہ تو لوگوں کوفرصت ملتی ہے، نہ وہ سوچنا چاہتے ہیں۔

اگرانسان کے ابناءِجنس میں سے ایک بدبخت مخلوق کوسُولی کے تختہ پرلٹکا دیا جائے تو یہ ان تمام نظاروں میں سے جن کے دیکھنے کا انسان شائق ہوسکتا ہے، سب سے زیادہ دل کش نظارہ ہوتا ہے۔اتنادلکش نظارہ کہ گھنٹوں کھڑے رہ کرلٹکتی ہوئی نعش دیکھتا رہتا ہے مگراس کی سیری نہیں ہوتی۔لوگ درختوں پرچڑھ جاتے ہیں ایک دوسرے پرگرنے لگتے ہیں، صفیں چیر چیر کرنکل جانا چاہتے ہیں۔

کیوں......؟

اس لیے کہ اپنے ہم جنس کو جانکنی میں تڑپتے اور پھرہوا میں معلق جھولتے دیکھ لینے کی لذت حاصل کرلیں!لیکن جس انسان کے پھانسی پانے سے انسانی نظارہ کا یہ سب سے زیادہ دلکش تماشا وجود میں آیا خوداس پرکیا گزری اور کیوں وہ اس منحوس اورشرمناک موت کا مستحق ٹھہرا!سیکڑوں ہزاروں تماشائیوں میں سے ایک کا ذہن بھی اس غیرضروری اورغیر دلچسپ پہلو کی طرف نہیں جاتا!

انسان ہی ہے جوفرشتوں سے بہتر ہے اگر پنی قوتوں کوامن وسلامتی کا وسیلہ بنائے اورانسان ہی ہے جو سانپ کے زہراور بھیڑیے کے پنجے سے بھی زیادہ خونخوار ہے۔اگرراہِ امن وسلامتی کوچھوڑ کربہیمیت اورخونخواری پراُتر آئے:

انا ھدینا ہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا (سورۃ دھر)

ہم نے انسان کوراہِ عمل وترقی دکھلا دی ہے، پھر یا تو ہماری ہدایت پرعمل کرنے والے ہیں یا انکار کرنے والے

الم نجعل لہ عینین ولسانا وشفتین وھدیناہ النجدین؟ (سورۃ بلد)

پھر کیا ہم نے انسان کو دیکھنے کے لیے دوآنکھیں اورزبان اور ہونٹ نہیں دیئے؟ بیشک دیئے اور خیر وشر کی دونوں راہیں اسے دکھلا دیں۔

یہی انسانیت اعلیٰ اور ملکوتیت عظمیٰ ہے جس کی تقویم وتکمیل کے لیے دین الٰہی اورشریعت فطری کا ظہور ہوا۔اور یہی پیغام امن۔رہنمائے صلح وصلاح اور وسیلۂ فوزوفلاح ہے جس کا دوسرا نام اسلام ہے۔یعنی جنگ کی جگہ صلح، خون و ہلاکت کی جگہ عمران وحیات اور بربادی وخرابی کی جگہ سلامتی وامنیت ہے؛ وہ بتلاتا ہے کہ اگرانسان اپنی قوت ملکوتی اور

فطرت صالح سے کام نہ لے تو وہ بڑے ہی گھاٹے میں ہے۔

والعصر ان الانسان لفی خسر . الا الذین اٰمنوا ' وعملو الصالحات وتو اصوا بالحق وتو اصوا بالصبر (سورۃ العصر)

زمانہ اور اس کے حوادث گواہی دیتے ہیں کہ انسان بڑے گھاٹے ٹوٹے میں ہے۔ مگر وہ لوگ کہ اللہ پر ایمان لائے' اعمال صالحہ کیے اور حق اور صبر کی باہمدگر وصیت کی۔

وہ اشرف المخلوقات کہ صورت سے آدمی مگر خواہشوں میں بھیڑیا' محل سراؤں میں متمدن انسان مگر میدانوں میں جنگلی درندہ' اور اپنے ہاتھ پاؤں سے اشرف المخلوقات' مگر اپنی روح بہیمی میں دنیا کا سب سے زیادہ خونخوار جانور رہے۔ وہ کل تک اپنے کتابوں کے گھروں اور علم وتہذیب کے دار العلوموں میں انسان تھا' پر آج چیتے کی کھال اس کے چمڑے کی نرمی سے زیادہ حسین اور بھیڑیے کے پنجے اس کے دندان تبسّم سے زیادہ نیک ہیں۔

شیر خونخوار ہے' مگر غیروں کے لیے۔ سانپ زہریلا ہے' مگر دوسروں کے لیے' چیتا درندہ ہے' مگر اپنے سے کمتر جانوروں کے لیے۔ لیکن انسان' دنیا کی اعلیٰ ترین مخلوق' خود اپنے ہی ہم جنسوں کا خون بہاتا اور اپنے ہی ابنائے نوع کے لیے درندہ وخونخوار ہے!

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ' ثم رددنا ہ اسفل سافلین . الا الذین آمنوا وعملو الصالحات' فلھم اجرٌ غیر ممنون. (سورۃ التین)

ہم نے انسان کو ایک طرف تو بہترین قوتوں کی ترکیب اور اعلیٰ ترین جذبات کی ساخت میں پیدا کیا' لیکن پھر دوسری طرف بہیمی خواہشوں اور شریر قوتوں کے لحاظ سے نہایت ہی ادنیٰ درجہ کی مخلوق تک بھی لوٹا لائے۔ ہاں وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ وعادلہ اختیار کیے سو ان کے لیے بے انتہا اجر ہے۔ کیونکہ وہ ان متضاد قوتوں کی کشاکش سے بچ نکلیں گے۔

اب انسانوں کی بستیاں اور اولادِ آدم کی آبادیاں راحت کی سانس اور امن کے تنفس سے خالی ہوگئی ہیں۔ کیونکہ وہ جو خدا کی زمین پر سب سے اچھا اور سب سے بڑھ کر تھا اگر سب سے بُرا اور سب سے کمتر ہو جائے تو جس طرح اس سے زیادہ کوئی نیک نہ تھا ویسا ہی اس سے بڑھ کر اور کوئی بُرا بھی نہیں ہوسکتا۔

انسانیت کی بستی اجاڑ ہوگئی' نیکی کا گھر لوٹ لیا گیا' اور دنیا مثل اس بیوہ کے ہوگئی جس کا شوہر زبردستی قتل کر دیا گیا ہو اور اس کے یتیم بچوں پر رحم نہ کیا گیا ہو۔ اب وہ اپنے لٹے ہوئے سنگھار پر ماتم کرے گی۔ اور اپنی پھٹی ہوئی چادر کو سر سے اتار دے گی۔ کیوں کہ اس کا حسن زخمی ہوگیا' کیونکہ اس کا شباب پامال کر دیا گیا۔

(درس وفا)